سہ ماہی
ارتکاز
کراچی
مدیر
محمود واجد

جلد:۹ شمارہ: ۳۶-۳۵
اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۴ء

سہ ماہی

کراچی

مدیر: محمود واجد

رابطہ: ہاشمی ٹریڈنگ، اودھوداس روڈ، عقب الیکٹرک مارکیٹ، آرام باغ، کراچی ۔۷۴۲۰۰ (پاکستان)

ای۔میل: aaindahkarachi@yahoo.com
فیکس: 092-21-2214040
فون: 2626516, 2624040
موبائل: 0300-2244866

جلد:۹ شمارہ: ۳۶-۳۵
اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۴ء

سہ ماہی

ارتکاز

کراچی

مدیر: محمود واجد
معاون مدیر(اعزازی): سائرہ غلام نبی

مدیر انتظامی: ممتاز ہاشمی

کیلی گرافی: صابر حسین

آرٹ ورک: آصف جمیل

طابع: محمد علی
احمد برادرز، 16-11/B
ناظم آباد، کراچی

فی شمارہ: ۵۰روپے صفحات: ۱۶۰
سالانہ قیمت: ۲۰۰روپے (چار شمارے)

ناشر: واجد ہاشمی
D-106, Asma Garden,
Off: A.H.Isphahani Road,
Opp: Journalist Society,
Karachi-75330
Pakistan
Ph: 8140468

بیرون ملک:

بھارت/ بنگلہ دیش: (علاوہ ڈاک خرچ) ۲۲۰روپے
سعودی عرب: (بشمول ڈاک خرچ) ۱۰۰ریال
متحدہ عرب امارات: (بشمول ڈاک خرچ) ۱۰۰درہم
یورپی ممالک: (بشمول ڈاک خرچ) ۱۵ پونڈ
امریکہ/ کناڈا: (بشمول ڈاک خرچ) ۱۲۵مریکی ڈالر
دیگر ممالک: مساوی ۱۲۵مریکی ڈالر

قیمت خصوصی شمارہ: ۱۲۰ روپے صفحات: ۳۲۰

دفتر: ہاشمی ٹریڈنگ، اودھوداس روڈ، عقب الیکٹرک
مارکیٹ، آرام باغ، کراچی۔۷۴۲۰۰

تفصیل

انوار احمد

اسد محمد خان ـــــ ایک غیر معمولی افسانہ نگار

اسد محمد خان ایسے افسانہ نگار ہیں جن کے پاس متنوع زندگی کا گہرا تجربہ، فطرتِ انسانی کا شعور اور اظہار کی بے پناہ صلاحیت کے ساتھ ساتھ تاریخ، تخیل اور معاصر زندگی سے لپٹی ہوئی پیچیدہ حقیقت کو بیان کرنے کے لئے نئے نئے فنی وسائل اور تکنیک تلاش کرنے میں اس کا ثانی کوئی نہیں ہے۔ افسانوی دنیا میں ان کی شہرت پہلے مجموعے سے ہی ہوگئی حالانکہ اس میں تیرہ افسانے شامل تھے تو اڑتیس نظمیں بھی مگر اس مجموعے میں شامل ''باسودے کی مریم''، ''مئی دادا'' اور ''ترلوچن'' ایسے افسانے تھے جنھوں نے اردو کے یادگار افسانوں میں جگہ حاصل کر لی۔ یہ تینوں کرداری افسانے ہیں۔ پہلے دو تو گھریلو وفادار ملازموں کے قبیل کے وہ افسانے ہیں جن میں پریم چند کا 'قزاقی' بھی شامل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایسے افسانوں میں جاگیرداری پس منظر کے حامل کنبے کے افراد (والدین) کو اور زیادہ عظیم المرتبت بنایا گیا ہے اور متکلم کے لئے بھی فخر کا یہ حوالہ موجود ہے کہ اس کی تربیت میں عظیم قدروں اور رویوں کا دخل ہے مگر ''باسودے کی مریم'' اور ''مئی دادا'' غیر معمولی کردار ہوں گے جنھیں یادگار بنانے میں اسد محمد خان کی کردار نگاری، فضا سازی اور مکالمہ طرازی کا گہرا دخل ہے۔ ''باسودے کی مریم'' کو تو میں اردو کے نعتیہ ادب میں بے مثال اضافہ خیال کرتا ہوں۔ ''ترلوچن'' کراچی کی جھگیوں اور کچی آبادیوں کے دکھوں کے تخلیقی مداوے کے لئے ایک مثالی خیال طرازی ہے۔ اسد محمد مذہب کے نام پر منافقت اور استحصال کا مخالف ہے مگر ایک گہرا مذہبی اور متصوفانہ تجربہ اس کے تخلیقی وجود میں ایسے رنگ بنا تا رہتا ہے جو اشفاق احمد، قدرت اللہ شہاب یا ممتاز مفتی کے لعاب آمیز رنگوں سے مختلف ہیں چنانچہ ''گھس بیٹھیا''، ''چاکر''، ''شہر کوفے کا محض ایک آدمی''، ''غصے کی نئی فصل'' اور وہ افسانے جن کا پہلے ذکر ہو چکا، اسی تجربے کے سبب معنوی گہرائی اور حیاتی وسعت رکھتے ہیں۔

(الف) ''تمہاری اَنّاؤ اکی دوسری وصیت بھی پوری کرائی، عذاب ثواب جائے بڑی بی کے سر، میاں ہم نے تو ہرے بھرے گنبد کی طرف منہ کر کے کہہ دیا کہ یارسول اللہ باسودے والی مریم فوت ہو گئیں، مرتے وَخت کہہ رئی تھیں کہ نبی جی سرکار، میں آتی ضرور مگر میرا ممدو بڑا حرامی نکلا، میرے سب پیسے خرچ کرادیے۔''

(''باسودے کی مریم''۔ کھڑکی بھر آسمان۔ ص: ۱۱۳)

(ب) ''نجات کے آنسوؤں سے بھیگتے ہوئے اس نے گہوارے کا پایا تھام لیا اور ساتھ ساتھ چلنے لگا اور بولے

ہو لے اپنی صفائی میں کہنا چاہا کہ بی بی میں بھول گیا تھا، بیٹیا میں بھول گیا تھا۔۔اماں میں بھول گیا تھا اور آٹھ نمبر بلاک کی حد پر اس نے گہوارے کا پایا چھوڑ دیا پھر عین الحق نے ایک چیخ کی باز گشت میں بلاک نمبر دو کی طرف سعی کی اور پکارتا چلا کہ میں بھول گیا تھا...... ایک ایک مکان پر سے گزرتے ہوئے اس نے اپنے حافظے میں سب چیزوں اور سب لوگوں کی حاجت مندیاں اور تمام چھوٹے بڑے دکھ محفوظ کیئے اور طے کیا کہ مرغ کی بانگ سے پہلے انھیں فہرست میں درج کرے گا اور جب مرغ بانگ دے رہے ہوں گے تو عمل درآمد کرے گا۔"

("ترلوچن"۔کھڑکی بھر آسمان۔ص:۱۴۸)

(ج) "ڈلہن نے سوچا...... 'مگر اس اندھے کا کیا بنے گا یہ تو مسلمان ہے؟'...... 'ہے پرمیشور! اگر یہ یم راج کی پد دھونی ہے تو اب اس مسلمان کی بھی رکھچا کر دے مالک! یہ اندھا نرک اندھکار میں اکیلا کہاں مارا مارا پھرے گا؟'...... ٹھیک اسی وقت بنچ کے نیچے پڑے بیر یار خاں نے ڈلہن کے لئے دعا مانگی کہ غفور الرحیم اس نے میرے ساتھ بہت نیکیاں کی ہیں۔ابھی اس کا دم آخر نہیں ہوا ہے تو از دے اسے مسلمان کر دے مولا، یہ جہنم میں کہاں مارا مارا پھرے گا، اکیلا ہے سُسرا...... دو گھس بیٹھیے حرام خور ایک دوسرے کی سنگت میں کھانستے ہوئے خدا کے ابدی مرغزار میں داخل ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔"

("گھس بیٹھیا"۔برج خموشاں۔ص:۲۳-۲۵)

(د) "بیبے...... ابھی ابھی اپنے رحمٰن والی سورۃ پڑھتے ہوئے میں نے ایک بات سوچی تھی اور رب معاف کرے تھوڑے سے شکوے کے ساتھ سوچی تھی کہ میں جو یہ نعمتوں والی آیتیں پڑھ رہا ہوں اور جو میرا نعمتوں والا رب ہے تو اس میووں، پھلوں، اناجوں والے نے میانوالی کو کہیں بھلا تو نہیں دیا اور میں کیڑا افضل علی کہیں اس خزانوں، بھنڈاروں والے کو رحمٰن والی سورۃ پڑھ پڑھ کر یاد تو نہیں دلانے لگا۔"

("چاکر"۔برج خموشاں۔ص:۶۳)

مگر اسد محمد خان کا یہ گہرا داخلی تجربہ اسے مُلائیت کی معنوی دنیا کو لا یعنی قرار دینے سے نہیں روک سکتا۔اس کے افسانے "مناجات" میں سے چند فقرے دیکھئے:

"مولا اب تو کچھ ایسا ہو کہ ایک فزی سسٹ ہماری ہی صفوں سے اٹھے جو کھڑے ہو کر سلام پڑھتا ہو کہ جیبوں میں ڈھیلے لے کر چلتا ہو، جو اسٹاک ہوم کے چورستوں میں قینچیاں مارے، کہ مشرکین بیرونی اور کفار، مقامی کا پتا پانی ہو وے...... ہم آرام سے تیرے نام کا بھنگڑا ڈال سکیں، اور ملحدوں کافروں مشرکوں کی بستیوں کی جانب منہ پر کلائیاں رکھ کر آرام سے بکرا بلا سکیں...... اے صاحب الکلام! ہمارے قوالوں کے

حلق کشادہ کر، ہمارے ڈوم ڈھاڑیوں کو زمین پر پھیل جانے کا اذن دے...... ہمارے کھلاڑیوں ہی کو ہر نوع کی سر بلندی عطا کر، کہ اب تو وہی ہمارا اثاث البیت ہیں...... ہمارے دشمنوں کو اب اندر سے سنگسار فرما، ان کی میانیوں میں برف باری کر، دھما کے فرما۔''

(''مناجات''۔ برج خموشاں۔ص:۶-۸)

اسد محمد خان کی دوسری بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ تاریخ سے انسانی بصیرت کے لئے ایسے معنی کشید کرتے ہیں جو ایک طرف انسانی فطرت کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں اور دوسری طرف تاجداروں، غرض مندوں، سازشیوں اور جلسے جلوسوں کی زینت بننے والوں کی ظاہری اغراض کے پس پردہ یا متوازی، دھند لکے میں چھپی تمناؤں کو ایک وجدانی انکشاف بنا دیتے ہیں۔ اردو افسانے میں قرۃ العین حیدر اور عزیز احمد نے اس حوالے سے یادگار افسانے لکھے ہیں۔ اسد محمد خان نے ''ایک سنجیدہ ڈی ٹیکٹو اسٹوری''، ''گھڑی بھر کی رفاقت''، ''نربدا''، ''رگھوبا اور تاریخ فرشتہ'' اور ''ندی اور آدمی'' جیسے بہت افسانے لکھے ہیں۔ اوّل الذکر کا عنوان کافی غیر سنجیدہ ہے مگر یہ عمل اسد محمد خان کی جانب سے تسلیقیت اور سنجیدگی پر ہر آن لعنت بھیجنے کے تصورِ حیات سے مطابقت رکھتا ہے تاہم یہ اقتدار کے کھیل کے اندر آرزو، فریب، سازش، بے رحمی، با خبری اور لاعلمی کے سبھی عناصر کی ڈرامائیت پر مبنی ایسا افسانہ ہے جو عزیز احمد کے ''جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں''، اور ''خدنگ جستہ'' کے پائے کا ہے کہ اس میں تاریخ، تخیل اور عصری شعور سے بصیرت افروزی کا کام لیا گیا ہے۔ اسد محمد خان اس افسانے سے پہلے ایک نوٹ میں لکھتے ہیں:

''مغلوں سے پہلے، اور ان کے بعد بھی، ناپسندیدہ سلطان یا ناپسندیدہ سلطانہ سے پیچھا چھڑانے کی راست صورت یہی سمجھی گئی کہ ایک سوا ایک مروّج طریقوں میں سے کوئی ایک استعمال کرتے ہوئے اسے ہلاک کر دیا جائے۔ تلوار سے یا پھانسی دے کے، وِش کنیا سے ہم بستری کرا کے یا مور کے پَر سے تلوؤں میں گدگدی کرتے ہوئے۔ جیسے بھی بن پڑے۔ ذاتی طور پر مصنف ان تمام ایک سوا ایک طریقوں کے حق میں ہے مگر کیوں کہ یہ کہانی مزاحمت کرنے والے کے نقطۂ نظر سے سوچی گئی ہے، اس لئے فی الحال یہ مصنف رسمی معذرت پیش کرتے ہوئے کہانی سنانا شروع کرتا ہے۔''

(''ایک سنجیدہ ڈی ٹیکٹو اسٹوری''۔ غصے کی نئی فصل۔ص:۱۷۱)

اس افسانے کا اختتام بے حد معنی خیز ہے جو ہر دور کے شخصی حکمرانوں کے گرداگرد خوشامد، سازش، عقیدت اور نفرت کے جال بننے والوں اور اقتدار کو طول دینے کے حریصوں کی معصومانہ بے رحمی کا ایسا نقش ابھارتا ہے جسے خیال اور زیادہ رنگین، پیچیدہ اور قابلِ فہم بنا دیتا ہے:

''اور ایسے ہی ایک اور تاریک کمرے میں ایک اور فراخ کرسی میں ٹانگیں پھیلائے بیٹھا ایسا ہی ایک اور ہیولا

خوشامد میں چہچہا رہا تھا اور دریا اور شادی سے کہیں زیادہ عالی منزلت ایک نر تاجدار (یا شاید وہ مادہ تھی) کو آمادہ کر رہا تھا کہ رعایا پر گرفت رکھنے کے لئے کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ بعض عمائدِ مملکت کو عطر اور لباس کے تحائف دیئے جائیں؟ یا برتنوں کے تحفے؟ اور مواصلت کے لئے یہ حکمت تیار کی گئی تا کتخدا عورتوں کے تحفے؟ کس لئے کہ ان اشیا سے متعلق حکمت اس خانہ زاد کے پاس فی الوقت موجود ہے۔ اور اس خدائی خوار عمارت کے ہزار خدائی خوار کمروں کی تاریکی سے جیسے سجھو چڑیوں کی آوازیں چلی آ رہی تھیں، جب شام پڑے وہ کنجوں میں شور کرتی اور چہچہاتی ہیں۔ اور یہاں یہ کہانی ختم اور شروع ہوتی ہے۔''

('ایک سنجیدہ ڈی ٹیکٹو اسٹوری'۔ غصے کی نئی فصل۔ ص:۲۰۰)

اسی طرح ''گھڑی بھر کی رفاقت'' (برجِ خموشاں) میں ایک طبع زاد کہاوت ''مسافرت میں ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب گھوڑا اپنے سوار کی راسیں سنبھال لیتا ہے'' کی معنویت کو تاریخ کے پردے پر پھیلا کے ایک ڈرامائی منظر تشکیل دیا ہے جس میں اس نکتے کو اجاگر کیا گیا ہے کہ سازشی کے تخت سے قربت بھی آپ کو اپنے رنگ میں رنگ سکتی ہے۔ ''رگھو با اور تاریخِ فرشتہ'' تو اس حوالے سے ایک حیرت انگیز افسانہ ہے جس میں تاریخ، تہذیب، تصوف اور علم البشر افسانہ نگار کے تخلیقی تخیل سے ہم آہنگ ہو کر اردو کا ایک یادگار افسانہ تخلیق ہوا ہے جس کی فضا ساری اور تخلیقی زبان اسد محمد خان کی انفرادیت کو ظاہر کرتی ہے۔ دو اقتباسات دیکھئے:

(الف) ''ہر پارچے کی کور پر بڑی حکمت سے لکھا ہوتا ہے خاص برائے ملک حسن خان پسر ملک شادی خان عماد الملک ہندی۔ وہ مجھے خوشامد میں ملک لکھتے ہیں جو میں نہیں ہوں اور مجھے عماد الملک کا بیٹا بتاتے ہیں جو میں نہیں ہوں، مگر یہ مجھے اچھا لگتا ہے اور مجھے بہترین فرانسیسی مشروب اور خوبصورت عورتوں کے جھرمٹ میں گلگشت اچھی لگتی ہے۔ میں اپنے لئے ملک نائب کی مسند پسند کر چکا ہوں جہاں اس وقت کافور ہزار دیناری بیٹھا ہے، رگھو با میرے بھائی تیرے ساتھ جانے اور ٹھوکریں کھانے سے تو بہتر ہے کہ میں گرم حوض میں بیٹھ کر جراح سے اپنی دونوں کلائیوں کی وریدیں کھلوا دوں اور خوش الحان گویوں کا راگ سنتے ہوئے ہمیشگی کی نیند سو جاؤں۔ نا، نا، میرے بھائی! میں ایسی کسی بھی موت، کسی بھی زندگی کے لئے تیار نہیں ہوں، جو میرے شایان نہیں۔''

(''رگھو با اور تاریخِ فرشتہ''۔ نربدا اور دوسری کہانیاں۔ ص:۷۵)

(ب) ''صد شکر کہ میرے ہادی، میرے مرشد نے بروقت مجھے صلاح دی، فرمایا کہ اپنی اصل سے تو چوڑی ساز ہے اور آہن گروں، نجاروں، چوڑی سازوں کے ہاتھ جو بھی ناتے ہیں اپنی زیبائی میں وہ سلطنتوں سے بڑھ کر ہیں۔ اس طرح میرے مرشد نے اس آزار سے کہ جسے جاہ و حشمت طلبی کہا جاتا ہے مجھے دور رکھا، تو اب میں

پنج دیناری غلام اپنا بلاوا آنے تک اس مخفی حجرے میں بیٹھا ہوں اور بے مثل دیگیاں، چوڑیاں، لاکھ کے کڑے بنائے جاتا ہوں، بنائے جاتا ہوں اور جانے کو تیار ہوں۔"

("رگھو بااور تاریخ فرشتہ"۔زبدااور دوسری کہانیاں۔ص:۹۱)

اسد محمد خان میں ڈرامہ بنانے اور ڈرامہ لکھنے کی بے پناہ صلاحیت ہے، یو۔پی، پنجاب، سرحد اور کراچی میں آباد متنوع انسانوں کے ہر لہجے کی بازیافت تخلیقی سطح پر کرسکتا ہے، پھر اس کے مشاہدے، تجربے، مطالعے اور تخلیقیت نے اسے اتنا رنگا رنگ مواد دیا ہے جو اس کے بہت کم معاصرین کو بہت کم نصیب ہوا ہے مگر دو تین چیزیں ایسی بھی ہیں جو ناقدین کو معائب کے طور پر دکھائی دیں گی جن سے اسد محمد خان اجتناب برتیں تو پھر وہ اسد محمد خان نہ رہیں۔ اس کے افسانے "زبدا" کا آغاز دیکھئے:

"ابھی کوئی کہتا تھا کہ ساؤنت اور دلاور ختم ہوتے جارہے ہیں۔ Endangered Species میں سے ہیں۔ یہ بھی سنا تھا کہ بالکل ختم ہو گئے، ڈوڈو پرندے کی طرح۔ اور اگر کہیں ان کا ذکر ملتا ہے تو بس افسانوں کہانیوں میں۔ مارکیٹ اکونومی اور کنزیومرازم اور احتیاج اور ازلی خودغرضی اور خونی بواسیر اور ریموٹ کنٹرول نے انھیں بالآخر نمٹا دیا، اس لئے ان پر اصرار کرنا anachronism پر اصرار کرنا ہے۔"

("زبدا"۔زبدااور دوسری کہانیاں۔ص:۱۱)

اب اگر اسی کو اس طرح سے لکھ دیا جائے: "ابھی کوئی کہتا تھا کہ ساؤنت اور دلاور ختم ہوتے جارہے ہیں، اگر کہیں ان کا ذکر ملتا ہے تو بس افسانوں کہانیوں میں۔ مارکیٹ اکونومی اور کنزیومرازم اور احتیاج اور ازلی خودغرضی اور خونی بواسیر اور ریموٹ کنٹرول نے انھیں بالآخر نمٹا دیا" تو اس میں غصے سے خونی بواسیر کو بھی اسباب میں شامل کرنے والا اسد محمد خان موجود رہے گا اور اس طرح افسانے کا آغاز کسی تنقیدی مضمون جیسا نہیں ہوگا۔ دوسرے اسد محمد خان ان لوگوں میں سے ہیں جنھیں انہدام یا ردِتشکیل سے تخلیقی دلچسپی ہے اس لئے وہ اچانک اس طرح کے فقرے بھی لکھ جاتے ہیں جو افسانے کی فضا کی کبھی ضرورت ہیں اور کبھی نہیں ہوتے، جیسے "دھوتی کے پلے میں ہاتھ ڈالے انڈے کھجائے جارہا تھا۔" ("زبدا"۔ص:۳۲)؛ "موقع ملنے پر بھی اس نے اوسط درجے کے مرد کی طرح عورت کو مباشرت پر آمادہ کرنے کی کوشش نہ کی اور سید ھے سبھاؤ سو گیا۔" ("مرد، عورت، بچہ اور سلوتری"۔زبدااور دوسری کہانیاں۔ص:۲۰۴)؛ "بازوؤں میں بند ہو رہے وقت کی جفتی چھوڑ کے الگ ہو گئے۔" ("زبدا"۔زبدااور دوسری کہانیاں۔ص:۲۹)؛ "توتاکوں پر آنے والے اور اصیل گھوڑوں کو ایڑ لگاتے آنے والے اس سے غسل جنابت اور حیض اور موئے زیر ناف کے مسائل پوچھیں گے اور یوحنا ایلیاہ یرقان زدہ مریض کی مانند زرد پڑ جائے گا۔" ("براوو براوو"۔کھڑکی بھر آسمان۔ص:۱۵۹)

☆☆☆

PDF By : Meer Zaheer Abass Rustmani

Cell NO :+92 307 2128068 - +92 308 3502081